

امید کی شمع، ایمان کی طاقت

اے۔ کے ایمان

# امید کی شمع، ایمان کی طاقت



از قلم اے کے ایمان

All Rights Reserved

**Copyright:** AK Eimaan (Author)

**Published by:** Safar-e-Adab Publications

**Published On:** safareadab.com

---

To get published with us, contact us via email or website:

[safareadab.com](http://safareadab.com)

[safareadab@gmail.com](mailto:safareadab@gmail.com)

---

**Note:** We don't charge anything to publish online. If anyone charges any kind of fee in order to publish your write-ups in the name of Safar-e-Adab Publications, please don't try to go ahead with them and immediately report them using the contact us button on our website. Thank you



## ضروری بات

امید کی شمع، ایمان کی طاقت کے تمام جملہ حقوق لکھاری "اے کے ایمان" کے نام محفوظ ہیں۔ کہانی کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں کسی دوسرے پلیٹ فارم یا سوشل میڈیا پر پوسٹ کرنے سے پہلے لکھاری کی اجازت درکار ہوگی۔ بغیر اجازت کہانی کا استعمال کرنے والوں پر سخت کاروائی کی جاسکتی ہے۔





آزادی کے بعد کے مسلمان اور آج کے نوجوان مسلمان نسل میں بہت بڑا فرق نظر آتا ہے مجھے۔

وہ مسلمان بھلے ہی کوئی ٹوٹی پھوٹی نمازیں پڑھتے تھے مگر عقیدہ پہاڑ جیسا بلند رکھتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ "اگر اللہ بخشے یہ آئے تو کلمے پر بھی بخش دیتا ہے"۔ وہ پرانے لوگ اللہ سے مطمئن اور پر امید لوگ تھے۔

اور آج کی نوجوان مسلمان نسل، جو نماز بھی پوری پڑھے گی، اپنی طرف سے جو کچھ اچھا بھی کر لے گی اور گناہ، گناہوں کی بھی کیا خوب کہی کسی نے، بھئی اللہ نے تو ایسی کوئی شرط رکھی ہی نہیں کہ جنت صرف اس کی جو ساری زندگی ثواب کما کر لائے گا۔ ناں ناں اللہ بھی جانتا ہے انسان خطا کا پتلا ہے غلطی کرے گا بار بار کرے گا شاید اس غلطی کے ہزار ہاں جواز بھی پیش کرنے لگ پڑے مگر وہ ساری زندگی کے لیے ولی رہے گا تو جنت اس کی، یہ نہیں کہا اللہ نے۔ ولی تو کروڑوں میں کوئی ایک ہوتا ہے ہر شخص ولی نہیں ہو سکتا۔

پھر ہم یوتھ (نوجوان) یہ کیوں سمجھتے ہیں کہ ہم سے تو اللہ محبت ہی نہیں کرتا وہ تو ہم سے ناراض ہے ہم تو بہت گنہگار ہیں؟ پتہ ہے کیا، ہمارا عقیدہ کمزور ہوتا جا رہا ہے اپنے رب پر۔ پہلے کے اور آج کے مسلمانوں میں فرق پکے اور کچے ایمان کا ہے۔ وہ نماز نہ پڑھ کر بھی مطمئن تھے کہ اللہ بخش دے گا اور ہم نماز پڑھ کر بھی ناامید۔

اب یہاں میرے کہنے کا موضوع یہ نہیں کہ نماز نہ پڑھ کر بھی جنت مل سکتی ہے، جنت تو جتنی پڑتی ہے سخت محنت اور لگن سے۔ یہاں بات ہمارے کمزور اور مضبوط عقیدے کی ہو رہی ہے۔

میں نے کہیں سنا تھا کہ شیطان کا سب سے بڑا اور انسانی نفس پر یہ ہوتا ہے کہ وہ انسان کو اس بات پر لے آئے کہ اللہ تعالیٰ انسان سے محبت نہیں کرتا۔ وہ اس شخص سے محبت کر ہی نہیں سکتا۔ بھلا جو شخص ہزار ہاں معافی توڑ دے اب وہ بھی معافی کے لائق بچا ہے۔ اور بس یہاں انسان گر جاتا ہے گھٹنوں کے بل۔ پھر اگلا وار اس غلیظ کا یہ ہوتا ہے کہ وہ انسان کو پوری طرح ناامید کر کے اس بات پر قائم کر دے کہ اب نہ ہی کسی معافی کا کوئی مطلب ہے اور نہ ہی اب اس نے تیری سنی ہے اور نہ ہی تجھے معاف کرنا ہے۔

پھر کیا ہوتا ہے؟ بس پھر وہ شخص گر جاتا ہے۔ پتہ ہے کہاں؟ اب کی بار وہ گھٹنوں کے بل نہیں گرتا۔ اس بار سیدھا منہ کے بل گرتا ہے زور سے۔ اتنا زور سے کہ اس کے منہ کے سارے نقشے بدل جاتے ہیں اور پھر وہ نہیں اٹھ پاتا۔ اب کی بار جو گرتا ہے تو بس گر جاتا ہے بہت سی نظروں سے، اپنے معیار سے اور گرتا بھی ہے تو کس کے آسرے پر وہ جس کا خود کا کوئی آسر نہیں۔

شیطان جیت جاتا ہے۔ ابلیس یہاں جیت جاتا ہے کیونکہ وہ اشرف المخلوقات اس ابلیس کے قدموں میں گر کر اپنا مقام کھودیتا ہے۔ اور ابلیس وہ تو جشن مناتا ہے مٹھائیاں بانٹتا ہے۔ پتہ ہے کیوں؟ کیونکہ اس کی خواہش اول روز سے قائم ایک ضد کہ وہ انسان کو اپنے قدموں میں گرا ہوا دیکھے۔ وہ انسان کو انسانیت کے ہر درجے سے گرا کر یہ ثابت کر دے کہ وہ کامیاب رہا۔

مگر، مگر وہ بھول جاتا ہے۔ یہاں وہ یہ بھول جاتا ہے کہ جب انسان معصوم چھوٹا بچہ تب جب وہ چلتے چلتے گر پڑتا تھا تو کون تھا اس وقت اسے سہارا دینے والا؟ وہ کون تھا اسے تھامنے والا؟ جب زمین پر منہ لگنے سے اس کا ماتھا چھل جاتا تب کون تھا اس کے دل کو تھامے رکھنے والا، اس چھوٹے بچے کو صبر دینے والا؟ وہ میرا، ہمارا، ہم سب کا اللہ تھا۔

جب وہ ایک چھوٹے سے بچے کو تھامتا ہے جب وہ بچپن سے تھامتا آ رہا ہے تو آج کیوں نہیں تھامے گا۔ خدا کی قسم وہ تھام لیتا ہے وہ تھام لے گا۔ وہ انسان کی ہر بیوفائی کو بھول کر تھام لیتا ہے۔ اور شیطان کیسے یہ بھول گیا کہ وہ شخص اس کے قدموں میں گر انسان زمین پر منہ رگڑنے سے، تکلیف کی شدت سے، چوٹ کی اٹھتی ہر لہر سے، اللہ پکار بیٹھا ہے وہ اللہ کو پکار بیٹھا ہے۔

اور اس نے جس کو پکارا ہے وہ تو ایک پکار پر لبیک کہتا ہے۔ وہ تو انسان کے ہر درد پر اجر لکھتا ہے۔ وہ تھانے والا ہے اور وہ تھام لیتا ہے اس شخص کو۔ پھر ہم کیونکر شکوہ کریں اس رب سے جو ٹھوکر لگنے پر ہمیں سنبھال لیتا ہے وہ درد دیتا ہے تو صبر بھی تو دیتا ہے۔ وہ بھٹکا دیتا ہے تو شعور بھی تو دیتا ہے، وہ اندھیرا کرتا ہے تو سویرے کی کرن سے بھی تو نوازتا ہے۔ غم میں مبتلا کرتا ہے تو سکون بھری نیند بھی تو دیتا ہے، ہمارے لاکھ برے اعمال پر پردے بھی تو وہی رب ڈالتا ہے، وہ دل بدلنے پر بھی تو قادر ذات ہے۔

ہم انسان مصلحتوں کو نہیں سمجھتے کیونکہ ہم انسان ہیں لیکن اللہ کو سمجھتے ہیں اور اگر نہیں سمجھتے تو ہمیں سمجھنا چاہیے، ہمیں کوشش کرنی چاہیے۔ زندگی میں رب ہے تو سب ہے۔ ہمیں ہمارا ایمان



مضبوط کرنا ہے اپنے رب پر۔ ایمان جتنا مضبوط ہو گا اللہ اتنا قریب سے نظر آئے گا اور اللہ جتنا قریب آئے گا وہ انسان کو گرنے نہیں دے گا وہ تھامے رکھے گا انسانوں کو اور ان کے دلوں کو۔

.....



# پل صراط

عنیزہ زاہد



"تم مجھے ایک برا انسان سمجھتی ہو نا۔ مجھے پہچاننے میں تم سے ذرا سی غلطی ہو گئی۔ میں صرف برا نہیں، ایک بدترین انسان ہوں۔" وہ گلاس میں شراب انڈیلتے ہوئے ایک ٹرانس میں کہہ رہا تھا۔ شراب گلاس سے باہر گرنے لگی تھی پر اسے تو جیسے ہوش ہی نہیں تھا۔ پھر اس نے وہ گلاس اٹھایا اور اسکی طرف دیکھا۔

وہ خوف سے اپنی جگہ پر سمٹی۔ "کیا کہہ رہی تھی تم؟ اس وقت تمہارا کوئی موڈ نہیں ہے مجھ جیسے شرابی کے منہ لگنے کا؟" وہ خود سے سوال کرتا، خود سے جواب دیتا اس کے قریب بیٹھا۔ "اور یہ کہ میں نشئی ہوں؟ آج تمہیں بھی شراب کی لذت چکھاؤں گا۔" اس نے گلاس منال کے منہ کے قریب کیا۔

☆☆☆

'کبھی تو تو بھی محبت کرے گا۔'

فاران احمد نے محبت کی تھی!

'تو بھی کسی کو ٹوٹ کر چاہے گا۔'

اس نے بھی کسی کو ٹوٹ کر چاہا تھا۔

اور پھر۔۔ پھر وہ تجھے چھوڑ جائے گی۔'

اور پھر وہ اسے توڑ گئی۔

'پھر میں تیرے پاس آؤں گا۔ اور کہوں گا کہ دل پہ مت لے۔ وہ چلی گئی تو کیا ہوا، کوئی اور آجائے گی۔' اس کے جانے کے بعد کوئی نہیں آیا۔ اس نے آنے ہی نہ دیا۔

ایسین فتح



# ابراہیم

"یہاں دستخط کرو غاڑہ ! " کاغذ غاڑہ کے سامنے کرتے ہوئے انہوں نے کہا تو غاڑہ نے ایک نظر اپنے سامنے بیٹھے اس اجنبی شخص کو دیکھا جس سے ابھی وہ چند گھنٹوں پہلے ملی تھی۔ ان چند گھنٹوں کی ملاقات نے اس شخص کو اس کا مختار بنا ڈالا تھا۔ زندگی میں پہلی بار قلم پکڑتے ہوئے غاڑہ کے ہاتھ بڑی طرح کانپنے لگے۔ وہ تو با آسانی قلم تھام کر شفاف کاغذ پر آڑھی ترچھی لکیریں کھینچ کر بہت سارے خاکے بنا لیا کرتی تھی، کچھ دھندلے ہوتے تو کچھ میں پہلی ہی حسرت میں جان موجود ہوتی۔

"تم رشتے کھونے سے ڈرتی ہو غاڑہ ! " سیکم کا چند روز قبل کہا گیا جملہ کان کے پردے پر ابھرا تھا۔

"بچ کہا تھا تم نے میں رشتے کھونے سے ڈرتی ہوں سیکم ! اور یہ نیا دھور رشتہ بھی شاید میں کھونے کے لیے ہی بنا رہی ہوں۔" دل میں اس کے کہنے کا جواب دے کر اس نے کاغذ پر قلم گھسیٹا تھا۔ عجیب بات تھی وہ ایک کاروباری شادی کے لیے دلہن بنی ہوئی تھی۔

☆☆☆

"میری زندگی برباد کر کے تم یہاں سکون سے سو رہی ہو۔ شام سے مینو مجھے فون کر رہی ہے اور میں اس کا فون نہیں اٹھا رہا جانتی ہو کیوں؟ کیونکہ میں اس سے بے وفائی کرنے پر بے حد شرمندہ ہوں۔ اپنی زندگی میں پہلی بار میں نے کسی کو چاہا ہے اور تم زبردستی ایک بزنس ڈیل کی طرح میرے سر پر آ گئی ہو۔" وہ بالوں میں ہاتھ چلاتا ہوا اپنے اندر کا سارا انتشار اس پر انڈیل رہا تھا۔ غاڑہ خاموشی سے بس اس کی جانب دیکھ رہی تھی۔ اسے واقعی ہی اس شخص پر ترس آیا تھا جس کی محبت آباد ہونے سے پہلے ہی اس کے باپ نے اجاڑ دی تھی۔ وہ بستر سے اتر کر اس کے نزدیک آئی تھی۔

"میں بہت تلخ ہو چکی ہوں کلج ! جانتے ہو کیوں؟" اس نے اس کے چہرے کی جانب دیکھتے ہوئے انتہائی آہستگی سے کہا تھا۔

"کیونکہ اس دنیا اور معاشرے کی سفاکی آپ کو تلخ بنا دیتی ہے۔ اول تو مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ تم کسی سے کمینڈ ہو اور بالفرض اگر مجھے معلوم بھی ہوتا تو تب بھی میں وہاں کچھ نہیں کر پاتی۔ میں یہ کاغذی تعلق تب بھی نہیں روک سکتی تھی۔ تمہاری مجرم میں نہیں ہوں کلج ارسلان ! بلکہ اپنے مجرم تم خود ہو۔ مینو کے مجرم تم ہو جو محض اپنے باپ کی لالچ کے ہاتھوں اپنی محبت پر ایک کاغذی سوتن لے آیا۔" وہ سینے پر بازو پیٹتے انتہائی تلخی سے کہہ رہی تھی جبکہ کلج بس حیرت سے اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔

Click here

safareadab.com



دنوشہ آرزو

"جانتے ہو میرے لیے اب محبت کیا ہے۔" وہ آنسوؤں کو بمشکل روکے ہوئے تھی۔ "م جس سے (ال) مالک شروع ہوتا ہے، ج جس سے (ال) حلیم شروع ہوتا ہے، ب جس سے (ال) باری اور ت سے تمنا (وہ جو اللہ سے کی جاتی ہے) شروع ہوتی ہے۔ بس یہی ہے میرے نزدیک محبت!" وہ ضبط کی انتہا پہ تھی۔ "ایک وقت تھا تم میری تمنا تھے مگر اب صرف ایک ہی تمنا ہے میری۔۔۔ اللہ۔۔۔ بس اللہ۔۔۔!" وہ رکی اور گہرا سانس لے کر بولی۔ "ایک بار بھانجی نے کہا تھا کہ ایک بار جو چڑھ جائے رنگ حب الہی تو اترتا نہیں۔۔۔! ہاں وہی رنگ چڑھ گیا ہے مجھے۔" وہ زید کی خاموشی سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔ اب ایک آخری جملہ رہ گیا تھا کہنے کو۔ وہ ہمت پیدا کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ کہنے لگی تھی کہ زید بولا۔ "تمنا تمہیں نہیں بھی ہے تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں تمہارا ہوں، تمہارا تھا، اور تمہارے غیر محرم ہونے میں بس ایک دستخط کی دیر ہوتی ہے۔" وہ سگدل ہو چکی تھی۔ دوسری جانب زید کو دھچکا لگا تھا۔

☆☆☆

"مجھے سننے میں آیا ہے کہ تم کسی کو پسند کرتی ہو۔" اسے جھکا لگا کیا وہ جان گئے تھے۔ وہ ذرا بوکھلا گئی مگر جھوٹ وہ نہیں بولنا چاہتی تھی۔ "جی، مگر آپ سے کس نے کہا؟" اس نے لکھ ہی دیا۔ "وہ اہم نہیں ہے۔ تم یہ بتاؤ کہ اس کا نام کیا ہے؟" وہ کچھ مزید بوکھلائی۔ اب کیا کرے؟ "میں نہیں بتا رہی۔ ابھی کچھ کنفرم نہیں ہے۔ میں ایسے تو نام نہیں بتا سکتی نا؟" اسے یہی جواب ٹھیک لگا تھا۔ اس نے سوچا تھا کہ وہ یہ تاثر دے گی کہ وہ جو کوئی بھی ہے اس نے سوچنے کا وقت مانگا ہے۔ اب جھوٹ ہے تو جھوٹ سہی۔ شرم سے توجہ ہٹا کر گئی۔ "ویسے تم نہ بھی بتاؤ تو میں جانتا ہوں وہ کون ہے۔" وہ گھبراہٹ میں پگھل رہی تھی جلتی موم کی طرح۔ اچھا سننے پر یقین ہیں تو بتائیں نام؟" اس نے ڈرتے ڈرتے ناپ کیا۔ "میں جانتا ہوں تم مجھے ہی پسند کرتی ہو، آخر۔" وہ دم بخود رہ گئی۔ آخر وہ کیسے جان سکتے تھے؟ در اگر وہ جانتے تھے تو کب سے جانتے تھے؟ وہ حیران بھی تھی اور پریشان بھی۔

"اگر تمہاری مجھ سے شادی نہ ہوئی ہوتی اور تمہیں موقع ملتا تو کیا تم حسن خان کو اپنا لیتی؟"

رقیہ الجھ سی گئی۔ "میں سمجھی نہیں آپ کی بات کا مطلب۔"

وارث جان نے بہت سوچنے کے بعد سوال کا انداز بدل دیا۔ "تمہیں مجھ میں یا حسن خان میں سے کسی ایک کو چننا ہو تو کوئی چنو گی؟"

رقیہ وارث کے اس سوال پر ناراض ہو گئی۔ "کیا ہو گیا ہے آپ کو۔۔۔ یہ کیسا عجیب سا سوال ہے۔ آپ شوہر ہیں میرے اور وہ کوئی نہیں میرا۔ بس ساتھ پڑھتا ہے اور اچھا کلاس فیلو ہے۔ اس کا آپ سے کیا مقابلہ!!!!"

وارث جان ابھی بھی الجھا ہوا تھا۔ "رقیہ میں صرف اور صرف تمہیں خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔ اگر تم حسن خان کے ساتھ کو پا کر خوش رہ سکتی ہو تو۔۔۔" اس کے باقی ماندہ الفاظ اندر کہیں دب کر رہ گئے تھے۔ رقیہ جو وارث جان سے کبھی اونچی آواز میں بولنے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ اس نے وارث جان کے گال پر زور دار تھپڑ مار دیا۔ اسے خود بھی اندازہ نہیں تھا کہ کیسے اس کا ہاتھ وارث پر اٹھ گیا۔

☆☆☆

"امبر تم نے کہیں رقیہ کو دیکھا ہے۔ مجھے گیٹ سے پتا چلا کہ رقیہ آچکی ہے۔" رقیہ کی حسن کی طرف بیک تھی۔ رقیہ مسکراتے ہوئے بلیٹی اور حسن خان وہیں دل تمام کر کھڑا ہو گیا۔ "اف۔۔۔ کوئی اتنا خوبصورت کیسے ہو سکتا ہے۔" اس سے پہلے کہ حسن خان مزید کچھ اور کہتا رقیہ اس کی طرف بڑھی۔ حسن خان کی آنکھوں کی چمک بتا رہی تھی کہ آج وہ رقیہ کو پا لینے کے جنون سے آیا ہے۔ حسن خان کے ساتھ اس کی والدہ بھی تھیں۔ انہوں نے رقیہ کے لیے تعریفی جملے کچھ اس طرح کہے۔ "بہت خوبصورت ہو تم اور آج تو بہت زیادہ حسین لگ رہی ہو۔ جانتی ہو آج مجھے کیوں لایا ہے اپنے ساتھ؟؟" ابھی وہ مزید کچھ کہتیں کہ رقیہ نے مسکرا کر حسن کو مخاطب کیا۔

"حسن ان سے ملو میرے سہنڈ۔ سردار وارث جان۔" حسن کی آنکھیں پھٹ سی گئیں وہ بے اختیار بولا "کیا؟؟؟ کیا کہا ہے تم نے۔۔۔؟؟؟ کون ہے یہ؟؟۔۔۔ مطلب تمہارے ساتھ کیا رشتہ ہے ان کا؟؟؟"

Click here

safareadab.com

وراثت

فاطمہ ملک



## احسن القصص کی دیکھی جھلک

باپ بیٹے کا یہ تعلق، قرآن میں ایک آئیڈیل تعلق ہے۔ اس ایک، خوبصورت اور مکمل رشتے میں ہمارے سیکھنے کے لئے بہت کچھ ہے۔ کسی بھی رشتے کو مضبوط بنانے کے لئے کئی راز اس میں چھپے ہیں جنہیں ہم تلاش کریں گے، ان شاء اللہ۔

آیت پڑھیں تو یوسفؑ نے اپنے والد کو ”یا ابت“ کہہ کر پکارا ہے۔

ترجمے میں کیا جائے گا اے میرے ابا جان۔  
کیا صرف یہی اس کا مطلب ہے؟ اس طرح اس پکار میں چھپے جذبات اور احساسات کیسے سمجھ آئیں گے؟

”یا ابت“ کی پکار میں دو چیزیں چھپی ہیں۔ محبت اور احترام۔

ایک کم سن بچہ اپنے باپ کو جس انداز میں پکارتا ہے... اس میں محبت اور احترام ہوتا ہے۔

Safar-e-Adab

BEING THE STRING OF YOUR KITE

www.safareadab.com

## احسن القصص

BEING THE STRING OF YOUR KITE

(راہوں کو فتح کر کے فاتح بنادینے کی داستانِ سر بلندی)

ایمان منہی

یہ دو عنصر کسی بھی رشتے میں سب سے ضروری ہوتے ہیں۔

یہ امی جان کے ”لفظ“ میں احترام تو ہے۔ محبت بھی ہے؟ یہ آپ کا لہجہ بتائے گا۔

ہمارے دلوں میں اپنے والدین کے لئے محبت اور احترام ہوتا ہے لیکن کیا ہمارے اندازِ گفتگو میں بھی یہ بات جھلکتی ہے؟ کیا ہم انہیں اس انداز میں پکارتے ہیں جس میں یوسف نے اپنے والد کو پکارا تھا؟

اکثر احترام ہوتا ہے لیکن محبت نہیں ہوتی۔

میں زیادہ آگے نہیں جاؤں گی، norm کی بات کروں گی جو عمومی رویہ ہے۔ حالانکہ کچھ لوگ اس سے بھی آگے نکل جاتے ہیں۔

مثال کے طور پر آپ کی اسائنمنٹ کا وقت ختم ہونے والا ہے اور آپ انگزائیٹی میں لپٹاپ پر کام کر رہے ہیں اور آپ کی والدہ کہیں کہ فارغ ہو کر یہ کام کر دینا۔ کیا کہیں گے؟

”اچھا امی جان۔“

الفاظ سے زیادہ لہجہ معانی رکھتا ہے۔ آپ کی tone، ہم ہے۔ اس کے بعد آپ کے چہرے کے تاثرات۔ ہو سکتا ہے کہ الفاظ ویسے ہی احترام لئے ہوئے ہوں لیکن لہجے اور تاثرات میں اکتاہٹ ہو، جس سے مقابل کے دل کو ٹھیس پہنچے۔ یہ لفظوں کی سختی سے زیادہ بدترین ہے۔

مکمل ناول فری میں پڑھنے کے لیے یہاں کلک کریں۔

[safareadab.com](http://safareadab.com)

سفر ادب کی جانب سے ناولوں کی پی ڈی ایف کاپی کو ہر غلطی سے ماورا بنانے کی پوری کوشش کی گئی ہے۔ کسی بھی طرح کی غلطی پائی جانے پر اسے محض اتفاق سمجھا جائے۔ ہماری ٹیم کے تیار شدہ پی ڈی ایف کے تمام جملہ حقوق سفر ادب کے نام محفوظ کر لیے گئے ہیں۔ کسی ادارے یا شخص کی جانب سے ہمارے کام کو اپنے آفیشل استعمال میں لانے کی کوشش کو غیر قانونی سمجھ کر سفر ادب کی جانب سے کارروائی کی جاسکتی ہے۔

- ٹیم سفر ادب